Vol.5 No.2 (2022)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

غنی خان کی شاعری میں پسے ہوئے طبقے کی ترجمانی

REPRESENTATION OF THE OPPRESED CLASSES IN THE POETRY OF GHANI KHAN

محمد نواز (یوسفزئ)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالوحید خان

Abstract

A great poet of Pakhto language author, scholar, painter, painter, sculptor, engineer, politician and philosopher, Ghani khan was such a multi-dimensional personality of the 20th century who is, deservedly, the focus of Pakhtun nation's pride. The person of Ghani khan is a veritable whole of numerous talents. His interests and work encompasses quite varied and broad subjects but his prominence is primarily based on his stature as a great poet. Although, his poetry consist of many equally important aspects, this research paper aims to bring into relief only those portion of his poetry which portrays the plight and fain of the poor, oppressed and down-trodden section of the society.

ترقی پسند تحریک نے برصغیر کے دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ پشتو زبان وادب کو بھی متاثر کیا۔ پشتو زبان میں بہت سے شعراء ایسے تھے جن کی شاعری کا بنیادی موضوع ہی اسی ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھا۔ اس تحریک کے زیر اثر کچھ نامور شعراء سامنے آگئے جنھوں نے اس تحریک کے زیر اثر فن وہنر کے عظیم شاہکار تخلیق کیے اور یوں پشتو شاعری کے آسمان پر ستاروں کی طرح چمک اٹھے۔ ان میں سے بعض نے اس تحریک کے زیر اثر نچلے درجے کی سطحی شاعری کی جو فنی قدر وقیمت سے عاری تھی۔ اس قسم کی شاعری ایک عارضی اور فقط سیاسی پروپیگنڈہ تھا وہ شاعری جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے ذہنوں سے نکل گئی اور ادبی لحاظ سے کوئی خاص مقام حاصل نہیں کر سکی۔ غنی خان ترقی پسند تحریک سے بہت کم متاثر ہوئے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ معاشرے کے پسے ہوئے مظلوم طبقے کے ساتھ ہمدردی اور بالادست استحصالی طبقے سے نفرت کا جو اظہار غنی خان کی شاعری میں پایا جاتا ہے، وہ ان کی اپنی مخصوص سوچ اور اپروچ کا نتیجہ ہے اس کو ہم ترقی پسند تحریک کا اثر نہیں کہہ سکتے، غنی خان بذات خود خان اور کھاتے پیتے گھرانے سے تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ غریب اور پسے طبقے کا غمخوار نہ تھا اور یا یہ کہ وہ مالدار اور بالادست طبقے کے مفادات کا محافظ تھا بلکہ اس حوالے سے غنی خان کا اپنا ایک معیار اور پیمانہ ہے اس سے قطع نظر کہ کسی کا تعلق خواہ کسی بھی طبقے سے ہو وہ سب کو اور اسی معیار اور پیمانے پہ پرکھتا ہے اور جو بھی اس کے معیار پہ پورا اترتا ہے تو اسے سراہتا ہے اور جو اس معیار پہ پورا نہیں اترتا وہ تو اس کی مذمت کرتا ہے۔

غنی خان کے اس معیار اور اس پیمانے کو ہم قومی معیار اور قومی پیمانہ کہہ سکتے ہیں اس کے باوجود غنی خان کے کلام اور خاص طور پر ان کے طنزیہ اور مزاحیہ شاعری میں ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں جس میں انھوں نے مفلس، مظلوم اور پسے ہوئے طبقے کے حالت زار کی عکاسی کی ہے ۔اور بالادست استحصالی طبقے کے ظلم وجبر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

غنی خان کے دور میں اور خاص طور پر جب انگریز برصغیر کے حکمران اور یہاں کے سیاہ وسپید کے مالک تھے، غریب عوام اور امیر طبقے کے درمیان فاصلہ اور خلیج بہت بڑھ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غریب، غریب سے غریب تر اور امیر انگریزوں کی ہمنشینی میں مزید امیر بن گئے تھے، جس کے نتیجے میں سماج کا توازن بگڑھ گیا تھا۔ معاشرہ انتشار اور افراتفری کا شکار تھا اس صورتحال میں غنی خان غریب، مظلوم اور بے بس عوم کی بے بسی یوں بیان کرتے ہیں۔

"پریوزی چواڑی تہ زان گانڑا پہ رتئ زرو کڑی
ښکلے ستا د گوتو جوڑہ زوانہ نازنینہ
ناستہ دہ د ڈم د لندن لور پہ سرو ریخمو کی
لور د لوے شیرشاہ، لور ئ پہ لاس دے لو لہ زینہ
مست مغرورہ سر د پختون ٹیٹ سترگے ئ خکتہ دی
شرم داسی شرم چی شرمونہ شرموینہ" 1

ترجمہ: (اے خدا تیرے ہاتھ کی بنی خوبصورت نازنیں دوشیزہ رتی بھر سونے کے بدلے اپنی جوانی کو کسی نکمے، کم ذات کے ہاں کروی رکھ دیتی ہے۔ عظیم شیر شاہ کی بیٹی درانتی ہاتھ میں لئے کام کرتی ہے جبکہ لندن کے میراثی (انگریز) کی بیٹی سرخ ریشم میں لپٹی گھومتی پھرتی ہے۔
پختون کا مست اور مغرور سر شرم کے مارے جھک گیا ہے، یہ ایسی شرم کی بات ہے جس سے خود شرم بھی کو شرم آتی ہے)

غنی خان یہاں کے عوام کو اس دھرتی کے اصل وارث اور اصل مالک سمجھتے تھے اور عوام کو طاقت کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ لیکن بد قسمتی سے جب انگریز یہاں سے چلے گئے تو اختیار اور اقتدار کا حق عوام کی بجائے اسی بالادست طبقے کے لئے چھوڑ گیا، اور غریب، مظلوم اور پسے ہوئے عوام کی جو حالت انگریز کئے دور میں تھی، آزادی کے بعد بھی ان کی حالت میں خاص تبدیلی نہیں آئی۔ اسی صورت حال کو غنی خان نے اپنے ایک طنزیہ شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

Vol.5 No.2 (2022)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

داسی عجیبہ غوندی حالت پہ پاکستان کی دے
خرۂ ئی دی بنگلو کی او مالک غریب میدان کی د ے[2]

ترجمہ:(پاکستان میں ایسی عجیب حالت ہے کہ گدھے محلوں میں رہ رہے ہیں۔ اور ان کے مالک (غریب عوام) کھلے میدان میں زندگی بسر کرتے ہیں۔)

مفلس اور مظلوم عوام کا جس نے بھی استحصال کیا، وہ غنی خان کی نظروں سے چھپ نہیں سکا۔ غنی خان ایک طرف اپنی شاعری میں عوام کی بدحالی، غربت اور بے بسی کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسری طرف طنزیہ اور مزاحیہ پیرایہ میں ان کرداروں کی بھی نشاندہی کرتا ہے جو غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی پر ڈاکہ ڈال کر اپنی جیبیں بھرتے ہیں۔ نظم "ہسپتال" میں غریب مریض کی حالت کس دردناک انداز میں بیان کرتے ہے۔

پہ غریب چی مرض راشی مرض نہ وی سور قیامت وی
کور ئی بال بچ نھر ژاڑی دے سر پہ خہ لوے اذیت وی
پہ سوونو نورو خوارو کی پہ کٹ کی پروت قلار وی
سل غمونہ سل دردونہ، نہ سوک یار نہ مدد گار و ی[3]

ترجمہ:(غریب پر جب بیماری آتی ہے تو اس کے سر پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑتی ہے، ایک طرف وہ خود اذیت میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے بچے بھوک سے بلکتے ہیں۔ سینکڑوں ناداروں کے درمیان چارپائی پہ پڑا رہتا ہے۔ غم و درد کے اس منجدھار میں اس کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا)

اگر ان حالات میں بھی کسی کو غریب اور ناچار بیمار پہ ترس نہ آئے، بلکہ الٹا اپنی حریص نظریں اس بیچارے کی جیب پر جمائے رکھے تو غنی خان کا لہجہ طنز سے ہجو میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

سپے ڈاکٹر پہ وگو سترگو د خان شنہ نوٹونہ شماری
کہ دے مری ورتہ نہ گوری د غریب نصیب ہم خواری
کہ سہ گور کفن لہ ایخے خپلوان ئسی تہ ئی وروائ ٔ
ہسپتال کی ئے داخل کڑی شپیتو نورو سرہ ئی وائ ٔ
کہ د درد تیلو کی سوزی ترے چاپیر بے رحمہ ئسی وی
چی آخر د اللہ رحم ئی د مرگ قرار لہ یوسی
د زڑہ درد غم سوزیدلے تور لال بل بازار لہ یوسی
رحم رحم لویہ خدایہ سڑی مری او ئسی سربیگی
دا کہ دغسے روان وی دا دنیا خو دے ورا نیگی[4]

ترجمہ:- ” اپنی حرص بھری آنکھوں کے ساتھ کتا ڈاکٹر کے دیئے ہوئے نوٹ گنتا ہے۔ غریب کی طرح غریب کا نصیب بھی خوار ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہ مرتا بھی ہے تو ڈاکٹر اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ آخر کار جب مریض کے رشتہ دار اس کے تکفین و تدفین کے لئے رکھی جمع پونجی ہڈی کی طرح ڈاکٹر کے سامنے ڈال دیتے ہیں تو وہ اسے مریضوں کے جم غفیر ساتھ ہسپتال میں داخل کرلیتا ہے۔ غریب مریض درد کی شدت سے تڑپتا ہے اور لگتا ہے جیسے حریص، بے رحم کتے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ اخر اللہ رحم و کرم کر کے اسے موت کے ذریعے سکون دے دیتا ہے اور وہ اپنے دل کے درد و غم کے سیاہ داغ کو اپنے ساتھ دوسرے جہان لے جاتا ہے۔ اے خدا تو اپنا خصوصی رحم و کرم فرما۔ اس دنیا میں ادمی مرتے ہیں اور کتے طاقتور بنتے جا رہے ہیں ایسی صورت حال میں تیری دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے “

سچ تو یہ ہے کہ بالادست، سرمایہ دار اور استحصالی طبقے کا کوئی مذہب، کوئی عقیدہ اور کوئی نظریہ نہیں ہوتا مال و زر ہی ان کا عقیدہ ان کا مذہب، ان کا نظریہ اور قومیت ان کا مال و زر ان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ مال و زر جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ طبقہ مال و دولت اور طاقت و رتبہ کے حصول میں کسی قسم کی اخلاقیات کو نہ مانتے اور نہ خاطر میں لاتے ہیں۔ اس قسم کے ایک خود غرض، لالچی اور رتبے کے شیدائی خان کا خاکہ غنی خان نے بہت ہی زوردار طنزیہ اور مزاحیہ پیرایہ میں یوں کھینچا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 (2022)

وہ ناستہ پہ اسمان کے د تقدیر لویہ کولالہ
یو خر ئے روان کڑے وو شاخیل نصرت اللہ لہ
فرمان پرے رانازل شو د قادرہ ذوالجلالہ
کولالے تادی وکڑہ بشر جوڑ کڑہ د یو خان
وربوز ئی خرہ تہ سم کڑہ اوپرے کڑہ تری لکئ
تندی کے ورلہ کیخوہ د غضب یوہ ٹکئ
مغزو کے ورلہ واچوہ مرض د ٔ ملکی[5]

ترجمہ:- ” آسمانوں میں تقدیر کمہار شاخیل نصرت اللہ کے لئے ایک گدھا بنا کر لے جارہی تھی عین اسی وقت اللہ کی طرف سے حکم آیا کہ ہنگامی بنیادوں پر ایک خان تیار کیا جائے گدھے کی دم ہٹادو، اس کا چھرہ ٹھیک کر دوں (انسانوں کی طرح)۔ اس کے ماتھے پر غضب کا ایک نشان لگادو اور اس کے دماغ میں غرور و تکبر اور انانیت بھر دوں“

یہ غنی خان کی ایک مزاحیہ نظم ہے لیکن اس کے مزاح میں چھبتا ہوا طنز چھپا ہے۔ اس میں تقدیر کے کمہار نے گدھے کی شکل وصورت میں ظاہری ردوبدل کر کے انسانی شکل دی ہے۔ یہی انسانی شکل آج اپنی پوری ضد و انا پرستی، غرور و تکبر اور جہالت کے ساتھ ایک حریص خان کی صورت میں اس جہان میں موجود ہے۔ اس نظم سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غنی خان کو طنز و مزاح پر کتنا دسترس حاصل تھا۔ وہ طنز و مزاح میں خاص مہارت رکھتے تھے اور اسی مہارت سے انہوں نے بہت کام لیا ہے۔

آزادی سے پہلے جاگیر دار اور استحصالی طبقے کا انگریزوں کے ساتھ قریبی روابط تھے۔ یہ طبقہ انگریزوں سے کافی متاثر تھا۔ یہاں تک کہ لباس اور ظاہری وضع قطع میں بھی یہ انگریزوں کی پیروی کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے ذاتی اغراض اور ذاتی مفادات کے لئے دھرتی ماں اور ایمان کا سودا کرتے تھے۔ انگریزوں کا لباس اور وضع قطع ان کے نزدیک تہذیب کی علامت تھی۔ یہ ان لوگوں کو غیر مہذب اور کم فہم سمجھتے تھے جو لوگ ایمان کے جذبے سے سرشار، اپنی دھرتی کی آزادی کے لئے انگریزوں کے خلاف کمربستہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غنی خان نے اسی جاگیر دار طبقے کی ”عقلمندی“ اور نام نہاد تہذیب کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

چے خراب مے پہ سگریٹو کڑو پڑپوس
او پہ مس می خرس کڑو دین ایمان ناموس
چے مے خیرے د پختو د ملک قیصے کڑے
چے پہ سلک می کڑو بدل د وطن بوس
سوٹ می واغوست جہالت تہ پہ غضب شوم
ما وے راوڑہ بابا اوس زہ مہذب شو م[6]

ترجمہ:- ” میں نے جب سگریٹ نوشی کی وجہ سے اپنے پھپھڑوں کو تباہ کر دیا اور مس (میم) کو اپنا دین ایمان اور ناموس بیچ دیا۔ اپنی دھرتی (پختون وطن) کی ثقافت اور روایات کو پس پشت ڈال دیا۔ سوٹ پہن کر اپنی دانست میں مہذب بن گیا اور ”جہالت“ کو کوسنے لگا۔

غنی خان اعلیٰ تعلیمافتہ شخص تھا۔ انھوں نے دنیا دیکھی تھی۔ یورپ اور امریکہ میں وقت گزارا تھا۔ انھوں نے ہندوستان کے شہروں کے ساتھ ساتھ یہاں کے میدانوں اور ریگستانوں کو چھان مارا تھا۔ انھوں نے مشرق و مغرب کے ادب اور فلسفہ کو نہ صرف پڑھا بلکہ ہضم کیا۔ اس لئے وہ مشاہدہ کی بنیاد پر انسانوں کو سمجھنے میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ پختون سیدھے سادے اور دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگ تھے۔ اس لئے اپنے ملک کے سادہ اور بھولے بھالے عوام کو ان کرداروں اور ان کی مکر و فریب کے چالوں سے خبر دار رکھنے کو اپنا فریضہ سمجھا، جنہوں نے سیدھے سادے غریب عوام کے لوٹنے کو اپنا وطیرہ بنایا تھا

غنی خان ایک حساس؛ ذمہ دار اور بڑے فنکار کی حیثیت سے ان مکروہ و مکار چہروں سے نقاب ہٹانے اور انکی حقیقت اور اصلی چہرے عوام کے سامنے بے نقاب کرنے کو اپنا فرض سمجھتے تھے - انھوں نے اپنی اس ذمہ داری اور فرض کو بخوبی نبھایا-

اگر ہم غنی خان کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ کہ انہوں نے بار بار اپنے عوام کو معاشرے کے ان فریبی کرداروں اور ان فریبی چالوں اور جالوں سے خبر دار کیا ہے - جو اس بالا دست اور چالاک استحصالی طبقے نے غریب اور نچلے طبقے کے پسے ہوئے مظلوم عوام کو لوٹنے کے لئے بچھائے تھیں - اس حوالے سے غنی خان کبھی بھی غیر جانب دار نہیں رہے - وہ ہمیشہ اپنے غریب اور مظلوم عوام کے ساتھ کھڑے رہے اور ببانگ دہل اس مکار استحصالی ٹولے کے خلاف اواز اٹھائی-

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 (2022)

دلته شل قسمه دهوسان گرزي
رنگ دشهباز کے ټپوسان گرزي
یو غټ پټکے سپینه همسا په لاس کے
په اوگده گیره کے شیطان گرزي
گرانه ده گرانه ډیره گرانه ده
دا قسمه قسم پیجندل منتریان

بریت ئې جهنډا لکه قیصر نیولي
وگوره دغه دے یو صیب راغے
سومره مغروره ئې دے سر نیولے
سترگے نرئ دي د شاهین غوندے
سومره ډولے ئې ډرائیور نیولے
د دیرشو زرو په موټر کے ناست
شمله ئې نیغه ده په سر نیولے
سوټ ئې د زرو روپو لاندے نه دے
دالنډے سپے دے د گیدړ بچے
لور ئې خکاره زي خه ارزانه ده
نه دے په لور او نه په خزه حیران
گرانه ده گرانه ډیره گرانه ده

سه معززه اوگد کوټ تک تور
د مولانا توره قبا خکاري
سپین ئې پرتوگ تورو بوټانو سره
خیشته سپین ستورے د سبا خکاري
دا دے بنیا اټئ ئې اوخکے ده
د پلار نیکه نوم او عزت خرسئ
تا خرسئ، ما خرسئ، اشنا خرسئ
چے سه ترے غواړے په دولت خرسئ

دغه چے سپین لکه گلونه ناست دي
دا د رنړا ورزے ډاکوان دي ټول
جبے ئې تیزے چلولي سترگے
نیم ازمري نیم لومبړان دي ټول
سه خکلي خکلي ئې مخونه هوخیار
بد د خبرو سپین کارغان دي ټول
دوي په خوگه خوگه کے ماره کوي
دا نسبي پاخه خکاریان دي ټو ل[7]

ترجمہ: یہاں طرح طرح کے بے غیرت رہتے ہیں؛ جیسے شہباز نما کرگس ہیں۔ شیروں کی طرح دھاڑتے ہیں لیکن دراصل یہ شیر نما گیدڑ رہیں۔ یہ جس نے بڑی پگ باندھی ہے، لمبی ڈاڑھی رکھی ہے اور سپید عصا ہاتھ میں لئے پھرتا ہے۔ یہ اصل میں شیطان ہے۔ یہ طرح طرح کے بہروپیے پہچاننا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ بہت محال ہے۔ اب اس صاحب کو دیکھو جو غرور اور

Vol.5 No.2 (2022)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تکبر کے نشے میں قیصر کی طرح مونچھوں کو تاو دیئے آرہاہے اس کی کار کم از کم تیس ہزار کی ہو گی۔ اس کے پاس وجیہہ ڈرائیور بھی ہے جس کی آنکھیں شاہین کی طرح ہیں۔ اس صاحب کے سوٹ کی قیمت دس ہزار سے ہر گز کم نہیں ہو گی۔ لیکن پیسوں کی خاطر بے غیرتی کا ایسا کوئی کام نہیں جس کے لئے یہ تیار نہ ہو۔ ان کی مثال اس کتے کی ہے جو گیدڑ کا بچہ ہو۔ یہ لالچ اور حرص مال دولت کی خاطر اپنی بیٹی اور بیوی کی عزت کا سودا کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔۔ ان بہروپیوں کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔۔ اب یہ جو دوسرا معزز صاحب ہے جس نے کالا لمبا کوٹ پہن رکھاہے۔ یہ قبامیں ملبوس مولانا کی طرح نظر آتا ہے۔ سپید شلوار کے ساتھ اس کے کالے بوٹ خوب جھچتے ہیں۔ اس نے دکان کھول رکھی ہے جس میں یہ اپنے باپ دادا کی عزت بیچتاہے۔ یہ مجھے، آپ کو اور اپنے دوستوں کو بھی بیچتاہے۔ یہ دولت کے بدلے سب کچھ بیچنے کو تیار ہے۔۔ وہ جو سپید پھولوں کی طرح بیٹھے نظر آرہے ہیں یہ دراصل وہ ڈاکو ہیں جو دن دہیاڑے لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ ان کی زبانیں بہت تیز ہیں اور ان کی انکھوں میں فریب بستاہے۔ یہ نیم شیر اور نیم لومڑیاں ہیں۔ ان کے چہرے خوبصورت ہیں جس سے ذہانت ٹپکتی ہے۔ لیکن یہ سپید کوے ہیں۔ یہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کو ورغلا کر لوٹتے ہیں۔ یہ لوگ پیشہ ور شکاری ہیں۔

غنی خان نے ہر اس مولانا صاحب کو بھی طنز کا نشانہ بنایا جس نے سرمایہ دار استحصالی طبقے کا ساتھ دیا۔ غاصب سرمایہ دار اور ان کا ساتھ دینے والا ملا غنی خان کی نظر میں ایک کردار کے دو نام ہیں یا ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ ایک عوام کی خون پسینے کی کمائی غصب کرتا ہے اور دوسرا اس کے لئے مذہبی جواز فراہم کرتا ہے سرمایہ دار غاصب اور ملا کے اس ملاپ اور اتحاد کے نتیجے میں غریب عوام ظلم کی چکی میں پستے ہیں۔

دا خکتہ پہ ڈنڈہ کے د خٹو گٹو سپین جومات
رنگ ستا پہ نفرت ڈک د آزار او د ظلمونو
شاڑہ بہ دے پریخے وہ یو گل خو بہ ئی ٹو کولے و
نوم دے د خداے واغست زمکہ پٹہ د گلونو
تا ملابابا جومات د خان بابا حجرہ کڑہ
خان سرہ وہ خپلہ تا د خداے پورتہ ڈنڈہ کڑ ہ[8]

ترجمہ:- " یہ نیچے جو سپید مسجد نظر آرہی ہے۔ اے ملا یہ تیری نفرت کی وجہ سے دل آزاری اور ظلمتوں کا مرکز بن چکا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس قطعہ آراضی پر پھول اگائے جاسکتے تھے لیکن تم نے خدا کا نام لیکر زمین کے اس ٹکڑے کو پھولوں سے محروم کر دیا۔ اے ملا بابا تم نے مسجد کو خان کے حجرے میں تبدیل کر دیا۔ بے چاری عوام کے خلاف خان کے پاس اپنا ڈنڈا تھا اور تم نے خدا کا ڈنڈا اٹھالیا۔ یعنی ظلم و ستم میں خان کے ساتھ برابر کے شریک ہو"

غنی خان ایک بے باک اور حق گو شاعر تھا۔ وہ اپنا ایک مخصوص سوچ اور اپروچ رکھتے تھے۔ پشتو زبان کی جدید شاعری میں ان کا بہت بڑا نام۔ ہے۔ وہ ایک حقیقت پسند شاعر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے معاشرے کی اصلاح کی خاطر بہت تلخ حقائق کو بہت ہی کمال ہنر اور شاعرانہ جمال کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی فکر کو اپنے فن پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ بلکہ فکر و فن میں ایک حسین توازن قائم رکھا۔ یہی ایک کامیاب اور اعلیٰ درجے کے شاعر کی خوبی ہوتی ہے۔ اور یہ خوبی غنی خان کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

---

[1]۔ غنی خان، د غنی کلیات، د قامونو او قبایلو وزارت د نشراتو ریاست، ۱۹۸۵، افغانستان، ص ۳۱۳
2۔ غنی خان، لٹون، ترتیب او تدوین محمد زبیر حسرت، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، ص ۱۰۲۔
3۔ ایضا، ص ۴۵۵
4۔ ایضا، ص ۴۵۵۔
5۔ ایضا، ص ۱۲۱، ۱۲۰
6۔ غنی خان، لٹون پسی لٹون، یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پیخور، ۲۰۱۴، ص ۶۱، ۶۰ ۔
7۔ غنی خان، د غنی کلیات، صفحات ۳۳۸، ۳۳۷، ۳۳۶، ۳۳۵، ۳۳۴۔
[8]۔ غنی خان، لٹون، ص ۴۱۲۔